عہد نبوی ﷺ میں تفکر وتدبر کی اساسیات و مظاہر

Bases and Phenomena of the Cognition in the Time of the Holy Prophet (PBUH)

کلثوم رزاق*

ڈاکٹر شاہدہ پروین**

The fundamental faculty of a man, that makes him outstanding, unique and superior as compared to other creatures, is his power of intelligence and contemplation. Human intellect is the prime means enabling him to ponder over Quran, explain it'sAyats and recite it and understand it as it deserves to be. Quran Hakeem invites man in various styles and multiple fashions to contemplate and cogitate and has proclaimed a vast field for exercising his mind powers. But along with such huge space, it has also clearly indicated some limitations for the human intellect and made it binding to follow these. Hazrat Muhammad (PBUH) was the first human who made the organized and successful deliverance of Islamic preaching possible using the abilities of intellect, contemplation and reasoning. Religion Islam emphasizes on the use of contemplation to such a level that one can see its practical manifestation in the conduct of Holy Prophet (PBUH) and in his mentoring of the companions of the Holy Prophet (PBUH). He awakened the wisdom and sagacity of the people and shattered the status quo of human contemplation. He apprised the public of the bare and hidden truths of Quran. In fact, this article presents the track of contemplation and cogitation of Prophet's reign, treading on which Holy Prophet (PBUH) followed the commandments of Quran and accentuated the visionary abilities of the companions of the Holy Prophet while brilliantly fulfilling his own duties of educating and guiding them in the light of Quran and Sunnah.

قرآنِ کریم علم کا سمندر، حکمت کا خزانہ اور معرفت کا سرچشمہ ہے جس میں تفکر وتدبر کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن بنیادی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور جن کی بنیاد پر وہ دیگر مخلوقات سے جدا ہوتا ہے وہ تفکر وتدبر کی صلاحیت ہے۔ تفکر وتدبر، عقل انسانی کا وہ وسیلہ ہے جس کی مدد سے وہ قرآن

* پی ایچ ڈی سکالر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

کریم کے مسّلمہ اصولوں اور اس کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے مقدمات ترتیب دیتا اور استوار کرتا ہے تاکہ مطلوبہ نتائج اور غایتِ مقصودہ تک رسائی حاصل کرسکے۔ عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ[1] کی الٰہی تربیت سے انسان کے اندر جو فطری داعیہ اور صلاحیت پیدا ہوئی وہ ماہیت اشیاء و موجودات پر غور و فکر کرکے اس کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا اور نامعلوم سے معلوم کی طرف سفر کرنا ہے۔ انسان کی یہی تفکر وتدبر کی صلاحیت اس کے لئے باعث افتخار بھی رہتی ہے اور باعثِ احتقار بھی۔ جب انسان اپنی فکر کے گھوڑے کو بے لگام دوڑاتا ہے تو اس کی ساری عقل واجتہادی سرگرمیوں کا مرکز دنیا اور اُس کی لذّات ہوتی ہیں چنانچہ وہ زندگی کے ساز و سامان اور تعیشات اور سہولیات کے لئے تمام عقلی صلاحیتیں لگادیتا ہے۔ قرآن اہلِ کفر کے علم و عقل پر تبصرہ کرتا ہے :ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ[2] جبکہ عقلی تفکر وتدبر کا مرکز اللہ کی مرادات اور احکامات جاننا ہو تو اللہ ہی کو یہ محبوب اور قابل تعریف ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ قرآن ہی کہتا ہے :وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ[3]

قرآن کریم کے نزول سے اسلامی عقلیت کی تحریک کی اولین بنیادیں استور ہوئیں۔ قرآن رسول اللہؐ پر بتدریج نازل ہورہا تھا اور مسلمان اسے اخذ کرتے جارہے تھے۔ وہ قرآن کی تلاوت کرتے، اس پر غور وتدبر کرتے، اس سے حقیقت کا استخراج کرتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ نصِ قرآنی کی گہرائیوں میں اترنے اور غور و فکر کرنے کے اسی اقدام سے فکر اسلامی کا آغاز ہوا۔

نبی کریمؐ نے عقل، فکر اور اجتہاد کو استعمال کرکے دعوتِ اسلامی کی تنظیم و تنفیذ کی اور ایک ایسے منہاج کو تشکیل دیا جس پر بعد کے مسلمان چلتے رہے۔

تحنث اور غار حرا

بعثت محمدیؐ سے قبل دنیا میں تصورات تہذیب اور آداب معاشرت مکمل طور پر مسخ ہوچکے تھے۔ ہر طرف ظلم و ستم، جبر و تشدد اور وحشت و بربریت نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ اس کے برعکس نبیؐ کا وجود ان تمام خوبیوں اور کمالات کا جامع تھا جو ان حالات میں بھی متفرق طور پر لوگوں کے مختلف طبقات میں پائے جاتے ہیں۔ آپؐ اصابتِ فکر، دوربینی اور حق پسندی کا بلند مینار تھے۔ آپؐ کو حسن فراست، پختگی فکر وسیلہ و مقصد کی درستگی سے حظ وافر عطا ہوا تھا۔ آپؐ اپنی طویل خاموشی سے مسلسل غور وخوض، دائمی تفکیر اور حق کی کرید میں مدد لیتے تھے۔ آپؐ نے پوری بصیرت کے ساتھ لوگوں کے درمیان زندگی کا سفر

طے کیا یعنی لوگوں کا جو کام اچھا ہوتا اس میں شرکت فرماتے ورنہ اپنی مقررہ تنہائی کی طرف پلٹ جاتے۔ چنانچہ آپؐ نے شراب کو منہ نہ لگایا، آستانوں کا ذبیحہ نہ کھایا اور بتوں کے لئے منائے جانے والے تہوار اور میلوں ٹھیلوں میں کبھی شرکت نہ کی۔ عرب میں افسانہ گوئی کا عام رواج تھا لیکن توفیق الٰہی سے آپؐ کی شان ان مشاغل سے بالاتر ہے۔

چونکہ منصب نبوت ورسالت آپؐ کے لئے مقدر ہو چکا تھا اس لئے حق جل شانہ نے ابتداء ہی سے آپ کے قلب مطہر کو ان تمام امور سے متنفر اور بیزار کر دیا کہ جو منصب نبوت ورسالت کے منافی اور مباین تھے۔ جب زمانہ نبوت کا وقت قریب آپہنچا تو رویائے صادقہ اور صالحہ سچے اور درست خواب دکھائی دینے لگے۔ اس طرح جب حضرت محمدؐ پر سچے خوابوں کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ دل جو پہلے ہی معرفت الٰہی اور محبت الٰہی کے نور سے منور تھا اس میں اپنے معبود برحق بلکہ مقصود حقیقی اور محبوب حقیقی کی یاد میں کھو جانے کا جذبہ، کارگاہ حیات کی مصروفیتوں سے نکال کر اس کنج تنہائی میں گوشہ نشین ہونے پر مجبور کرنے لگا جہاں یار محبوب کے سوا کسی اور بات کا تصور تک خلل انداز نہ ہو۔ چنانچہ محبت الٰہی کا یہ طوفان حضورؐ کو مکی زندگی کی مصروفیتوں سے نکال کر ایک غار میں لے آیا جس کا نام "غار حرا" ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:

> عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِيالنَّوْمِ، فَكَانَ لاَ يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، فَكَانَ يَأْتِي حِرَاءً فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ، وَهُوَ التَّعَبُّدُ، اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ العَدَدِ، وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَتُزَوِّدُهُ لِمِثْلِهَا، حَتَّى فَجِئَهُ الحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ[4]

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔ جو خواب حضورؐ رات کو دیکھتے اس کی تعبیر دن کو ہو بہو صبح کے اُجالے کی مانند سامنے آجاتی۔ خلوت گزینی کے لئے حضورؐ غار حرا میں تشریف لے جایا کرتے وہاں عبادت میں مصروف رہتے۔ چند راتیں عبادت الٰہی میں بسر فرماتے پھر اپنے اہل خانہ کی طرف واپس تشریف لے آتے۔ کچھ عرصہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ گزار کر پھر خورونوش کا سامان لے کر غار میں واپس آتے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ یہ آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ حق آگیا۔ جب حضورؐ غار حرا میں تھے۔

حضور سرور عالمؐ اس غار میں آکر کیا کیا کرتے ؟اس کا جواب ایک لفظ یَتَحَنَّثُ میں مذکور ہے۔
یہ باب تفعل کا فعل مضارع ہے۔اس باب کا اہم خاصہ یہ ہے کہ مصدری معنی سے تجنب پر دلالت کرتا ہے یعنی مصدری معنی کی نفی کرتا ہے جیسے تَاَثُّمْ اس کا ماخذ اور مصدر اَثِمَ ہے۔جس کا معنی گناہ کرنا ہے لیکن جب اس مصدر سے باب تفعل بنا کر تَاَثُّمْ کہا جاتا ہے تو اس وقت اس کا معنی ہوتا ہے گناہ سے اجتناب کرنا اس طرح تہجد کا مصدر ہجود ہے جس کا معنی سونا ہے لیکن جب اس کا باب تفعل بنا کر تہجد کہا جاتا ہے تو اس کا معنی جاگنا ہوتا ہے جس میں سونے کی نفی کی جاتی ہے اسی طرح تحنث کا ماخذ حنث ہے جس کا معنی گناہ کا ارتکاب کرنا اور تحنث کا معنی ہوگا۔گناہوں سے اجتناب کرنا یعنی اپنا وقت یادالٰہی میں صرف کرنا۔[5]

علامہ عینی نے ایک اور قول بھی اس سلسلہ میں نقل کیا ہے:

وَسُئِلَ ابْن الْأَعرَابِي عَن قَوْلِهِ يَتَحَنَّثُ فَقَالَ لَا أعرِفهُ وَسَأَلتُ أَبَا عَمْرو الشَّيْبَانِيّ وَقَالَ لَا أعرِفُه يَتَحَنَّثُ إِنَّمَا هُوَ يَتَحَنَّفُ[6]

یعنی ابن الاعرابی اور شیبانی کی رائے یہ ہے کہ یہ لفظ یَتَحَنَّثُ نہیں ہے بلکہ یَتَحَنَّفُ ہے املاء کی غلطی سے ایسا لکھا گیا ہے۔اس کا معنی ہے یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا۔

سید سلیمان ندوی "سیرۃ النبیؐ" میں لکھتے ہیں کہ آپؐ غار حرا میں مہینوں وہاں جاکر قیام فرماتے اور مراقبہ کرتے، کھانے پینے کا سامان لے جاتے۔وہ ختم ہو چکتا تو پھر گھر تشریف لاتے اور پھر واپس جاکر مراقبہ میں مصروف ہوتے۔[7] اس عبادت میں تحمید و تقدیس الٰہی کا ذکر بھی شامل تھا اور قدرتِ الٰہیہ پر تدبر و تفکر بھی۔[8] صحیح بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں ہے:

قبل ما كان صفة تعبّده اجيب بان ذلک كان بالتفكر والاعتبار [9]

یہ سوال کیا گیا کہ آپؐ کی عبادت کیا تھی؟ جواب یہ ہے کہ غور و فکر اور عبرت پذیری۔

حضرت محمدؐ کا غار حرا میں یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہنے کا سلسلہ جاری رہا اور آپؐ کی ولادت کے اکتالیسویں سال آپؐ پر وحی الٰہی کا نزول شروع ہوا۔ آپؐ ایک روز غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ دفعتہً ایک فرشتہ غار کے اندر آیا اور آپ کو سلام کہا اور پھر یہ کہا "اقراء" پڑھیے۔
حدیث میں واقعہ اس طرح سے ہے:

فَجَاءَهُ المَلَكُ، فَقَالَ: اقْرَأْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، قَالَ: " فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الجُهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: اقْرَأْ، قُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الجُهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ: اقْرَأْ، قُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الجُهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اقْرَأْ وَرَبُّكَ الأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالقَلَمِ ، عَلَّمَ الإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ " فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[10]

پھر آپؐ کے پاس (غار حرا میں) فرشتہ حاضر ہوا اور کہا پڑھیے آپؐ نے جواب دیا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ حضورؐ فرماتے ہیں پھر اس فرشتہ نے مجھے پکڑا، مجھے سینے سے لگا کر خوب بھینچا یہاں تک کہ مجھے ایسے زور سے بھینچنے میں تکلیف محسوس ہوئی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور دوبارہ کہا کہ پڑھیے۔ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔اس نے پھر مجھے پکڑا سینے سے لگا کر خوب بھینچا یہاں تک کہ مجھے اس کے زور سے بھینچنے سے تکلیف محسوس ہوئی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور سہ بارہ کہا پڑھیے۔ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں۔ پھر اس نے مجھے پکڑ کر تیسری بار خوب بھینچا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ۔ الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔[11]

آپؐ پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھیے آپؐ کا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے۔اس نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا۔

وحی الٰہی کے یہ ابتدائی کلمات اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ رسول اللہؐ کو جس دعوت کا امین اور علمبردار بنایا جارہا ہے، اس کی اساس علم، فہم اور تعقل پر ہے۔ **شیخ محمد ابراہیم العرجون** اپنی گراں قدر تصنیف "**محمد رسول اللہؐ**" میں فرماتے ہیں، خلاصہ کلام یہ ہے: "اے حبیب! آپؐ بطور معجزہ اس کی قرأت کریں گے اگرچہ آپؐ علم سیکھ کر پڑھنے والے نہیں۔ آپؐ اپنے اس رب کے نام سے مدد طلب کرتے ہوئے قرات کریں جس نے آپؐ کی تربیت فرما کر آپؐ کو سارے عالم کے لئے استاد تیار کیا

ہے"۔[12] سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیات سے شروع ہونے والا نزول وحی کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے تقریباً تیئیس سال کے عرصہ میں آنحضرتؐ پر اتارا گیا۔

احادیث رسول ﷺ اور تفکر وتدبر

زبان رسالت مآب ﷺ نے صفت تحقیق ومشاہدہ کو ختم کرنے کو ناپسند فرمایا اور تفکر فی الخلق کو عبادات سے افضل قرار دیا۔ "قرآن وسنت نے علم اور سچائی پر جو زور دیا اور جس طرح آفاق و انفس کے مطالعہ کے لئے لوگوں کو ابھارا اور زمین میں پھیلے ہوئے آثار اور تاریخی حقائق کے مشاہدے کے لئے لوگوں کو دعوتِ فکر ونظر دی، اس سے دنیائے انسانیت میں علم وتحقیق کی ایک فضا بن گئی۔ نظریاتی اور فلسفیانہ مباحث کی جگہ علمی تحقیقی تجربے اور مشاہدے پر خصوصی زور دیا۔"[13] نبی کریمؐ نے فرمایا:

تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ قِيَامِ لَيْلَةٍ[14]

ایک لمحہ کا تفکر رات بھر کے قیام سے بہتر ہے۔

نبی کریمؐ نے کئی احادیث میں انسان کو عقل وشعور سے کام لینے اور حواس کو بیدار رکھنے کی ترغیب دی۔

قَالَ النبي صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلأَشَجِّأَشَجِّعبدِالقَيْس"إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ: الحِلْمُ، والأَنَاة"[15]

حضورؐ نے قبیلہ عبدالقیس کے ایک قاصد سے فرمایا بے شک تجھ میں دو عادتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ یہ دو عادتیں حلم و بردباری اور غور وفکر کے بعد کام کرنا ہے۔

عَنِ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْصِنِي يَارَسُولَ اللهِ؟،فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " خُذِالْأَمْرَ بِالتَّدْبِيرِ، وَإِنْ رَأَيْتَ فِيَ عَاقِبَتِهِ خَيْرًا فَامْضِ،وَإِنْ خِفْتَغَيًّافَأَمْسِكْ ".[16]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبیؐ سے کہا: مجھے کوئی نصیحت کریں یارسول اللہ؟ پس آپؐ نے اس کو کہا: اپنے کام کو سوچ سمجھ کر تدبیر کے ساتھ سر انجام دے۔ اگر اس کا انجام اچھا دکھائی دے تو اسے جاری رکھ۔ اگر اس کا انجام اچھا دکھائی نہ دے تو اسے ترک کر دے۔

احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسولؐ رات کو تہجد کے لئے جب اٹھتے تب سورۃ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت فرماتے جن میں غور و فکر کی اہمیت کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، " میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے گھر رات گزاری جو حضورؐ کی زوجہ مطہرۃ تھیں۔ حضورؐ جب آئے تو تھوڑی دیر تک تو آپؐ حضرت میمونہؓ سے باتیں کرتے رہے پھر سو گئے۔ جب آخری تہائی رات باقی رہ گئی تو آپؐ اٹھ بیٹھے اور آسمان کی طرف نگاہ کرکے (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَات)الخ سے آخر سورۃ تک آیتیں تلاوت فرمائیں پھر کھڑے ہوئے مسواک کرکے وضو کیا اور گیارہ رکعت نماز ادا کی۔ حضرت بلالؓ کی صبح کی اذان سن کر پھر دو رکعتیں صبح کی سنتیں پڑھیں، پھر مسجد میں تشریف لاکر لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔[17]

الغرض سرکار دو عالمؐ کے ارشادات گرامی اس امر پر واضح طور پر دلالت کرتے ہیں کہ غور و فکر اور تحقیق و جستجو عبادت سے بھی افضل ہے کیونکہ انسان جس قدر حقائق کو تلاش کرتا جاتا ہے اس کو اسی قدر عبادت میں لطف و سرور ملتا ہے اس کا ایمان و یقین پختہ ہوتا جاتا ہے۔

رسول اللہؐ کا عقلی تربیت کا منہاج

اللہ جل شانہ نے کائنات انسانی کی رہنمائی کے لئے اپنا آخری اور مکمل پیغام قرآن حکیم کی شکل میں جناب محمدؐ پر اتارا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کے کچھ فرائض بھی مقرر فرمائے۔

1. پیغام کا پہنچانا
2. پیغام کی تشریح و تعبیر

اس امر کا اشارہ اس آیت مبارکہ میں ملتا ہے:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ[18]

اس میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ آپؐ کا مقصد بعثت یہ ہے کہ آپؐ لوگوں کے سامنے قرآن کریم کی توضیح فرمائیں۔

آنحضرتؐ نے جس طرح لوگوں کو قرآن حکیم پہنچایا اس کے ساتھ اس کی حسبِ موقعہ تشریح و تعبیر کردی، آپؐ نے یہ تمام فرائض بتمام و کمال سرانجام دیئے۔ قرآن فہمی درحقیقت دین اسلام کی خشت اول ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے ایک بار فرمایا:

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ[19]

اللہ جس کے ساتھ بھلائی کاارادہ چاہتاہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔

آنحضورؐ ہی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے عقل، فکر اور اجتہاد کو استعمال کر کے دعوت اسلامی کی تنظیم و تنفیذ کی۔لوگوں میں حقائق تک پہنچنے کی صلاحیت اور استعداد پیدافرمائی لوگوں کواس بات کاخوگربنایاکہ وہ کسی بھی مسئلے کی تہہ تک رسائی حاصل کریں اور ان کی حقیقت کو جانیں۔**علامہ اقبال "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ"** میں لکھتے ہیں کہ :اسلام کی عقلی اساسات کی جستجو کا آغاز آنحضرتؐ کی ذات مبارکہ ہی سے ہو گیا تھا۔[20]

آپؐ نے لوگوں کو الوہیت کی حقیقت، وجود اور اس کے پس پردہ اسرار ورموز کا فہم، انسان کی حقیقت کا ادراک، اس کے مقصد و وجود سے آگاہ کیا اور یہ پورا مرحلہ مؤثر عقلی منہاج اور عقلی دلائل کے ذریعہ مکمل کیا۔

آپؐ نے ذہن انسانی کو آزادی سے تفکر وتدبر کرنے کا وطیرہ سکھایااور اس مقصد کے لئے افراد کی بطریق احسن تربیت و تنظیم کی۔آنحضرتؐ کی آمد سے بحر عقل و فکر میں جو تلاطم برپا ہوااس کی وضاحت کرتے ہوئے **حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ** فرماتے ہیں کہ :"حضورؐ کی دعوت صرف زبانی حد تک نہیں بلکہ وہ اپنی تعلیمات پر خود بھی عمل پیرا ہوتے تھے۔"پیغمبر اسلام"کا مقام دنیائے قدیم اور جدید کے درمیان ایک واسطے کا ہے۔بہ اعتبار اپنے سرچشمہ وحی کے آپ کا تعلق دنیائے قدیم سے ہے، لیکن بہ اعتبار اس کی روح کے دنیائے جدید سے ہے۔یہ آپؐ ہی کا وجود ہے کہ زندگی ہر علم و حکمت کے وہ تازہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس کے آئندہ رخ کے عین مطابق تھے۔لہٰذااسلام کا ظہور استقرائی عقل کا ظہور ہے۔انسان نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔اس کے شعور ذات کی تکمیل ہو گی تو اسی طرح کہ وہ خود اپنے وسائل سے کام لینا سیکھے۔"[21]اسلام نے انسانیت کو ان خطوط پر چلادیا جن پر چل کر جمود و تعطل نہ تھا بلکہ ارتقاء وارتقاع ہی تھا۔

آنحضرتؐ نے قرآنی تعلیمات کے ذریعے لوگوں میں فکری بیداری پیدا کی۔قرآن کی عقلی فکر و نظر اور تدبر کی دعوت کے مقاصد سے روشناس کرایا۔

- صحت مند سوچ اور فکر کے راستہ سے عقل انسانی کی صحتمند تعمیر ہو اور قرآن کے پیش کردہ راستے اور سیدھے منہج کی تنفیذ ہو۔
- اشیاء کے حقائق کے علمی، ماہرانہ اور تمام پہلوؤں کو محیط مطالعے کے راستے موجودات کے اسرار و

رموز کاادراک ہو۔

- مدبر و حکیم خالق کے وجود پر ایمان مستحکم ہو اور زندگی ہر حرکت میں اس کے لئے مخلصانہ عبودیت اور بندگی کا اظہار ہو۔
- تعمیر کائنات اور تعمیر حیات میں پوشیدہ حق و عدل کی بنیادوں پر زندگی کی تعمیر و تشکیل کی جائے۔

دعوت اسلامی کے اولین دور میں سب سے زیادہ مباحثے، مناظرے اور استفسارات پیش آئے اس لئے کہ یہ ایک نیا دین تھا اور ہر نئی چیز آسانی سے قبول نہیں کی جاتی۔اسی طرح اس نئے دین کا مزاج ایسا تھا جس نے لوگوں کے سامنے یہ مطالبہ رکھا کہ اس کے اصولوں کو وہ اپنی عقل پر پرکھیں۔ یہیں سے قرآن نے مسلمانوں کو عقلی نظر کی کیفیت سکھائی، مسلمان رسول اللہؐ سے استفسار کرتے تھے اور مخالفین اسلام مخالفت اور دشنام طرازی کی خاطر اعتراضات کرتے تھے۔ اعتقادی، تشریعی یا اخلاقی امور کی تفہیم میں عقل انسانی کے استعمال پر زور دیا جاتا تھا۔

امام بخاری نے اپنی الجامع الصحیح میں عمران بن حصین سے روایت بیان کی ہے "" وہ کہتے ہیں کہ میں نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازے پر اپنی اونٹنی باندھی۔ بنو تمیم کے کچھ لوگ آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا: "بنو تمیم، بشارت قبول ہو!" انہوں نے کہا: آپؐ نے ہمیں بشارت دی ہے تو دوبارہ دیجئے۔ پھر اہل یمن کے کچھ لوگ آئے تو اللہ کے رسول نے فرمایا: "اے اہل یمن، بشارت قبول کرو جبکہ بنو تمیم نے اسے قبول نہیں کیا۔ انہوں نے کہا: ہم نے قبول کر لیا اے اللہ کے رسول! پھر انہوں نے کہا: ہم آپ سے اس امر کے بارے میں سوال کرنے آئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "اللہ موجود تھا جبکہ اس کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے کتاب میں ہر چیز لکھ دی اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی"۔ اتنے میں کسی نے آواز لگائی ابن الحصین، تمہاری اونٹنی گئی۔ میں یہ سن کر اٹھ گیا تو دیکھا کہ وہ کافی دور چلی گئی ہے۔ بخدا میری خواہش تھی کہ میں اسے جانے دوں"۔[22]

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ رسول اللہؐ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے تھے تاکہ دین میں تفقہ اور فہم حاصل کریں۔ انہوں نے اللہ کے رسول سے ایسے غیبی امور کے متعلق سوال کیا جن کا تعلق آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے تھا اور اللہ کے رسول نے بغیر کسی پریشانی اور حرج کے انہیں جواب دیا۔ بلکہ یہ لوگ تو ان مسائل میں فرحت محسوس کرتے تھے جن سے ان کی عقلوں کو اطمینان و

سکون حاصل ہوتا تھااور ہر طرح کا ابہام،التباس اور اعتراض رفع ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ صحابی اس مجلس میں بیٹھے کی خاطر اپنی سواری کو آزاد چھوڑ دینے کے لئے تیار تھے۔

اللہ کے رسول کا طریقہ یہ تھا کہ جب لوگوں کے سامنے شکوک وشبہات آتے تو آپؐ ان کا ہاتھ پکڑ کر صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کرتے۔اس کی مثال وہ حدیث ہے جس کی روایت ابو ہریرہؓ نے کی۔ وہ کہتے ہیں کہ چند صحابہؓ آپؐ کی خدمت میں پہنچے اور سوال کیا: ہم اپنے دلوں میں بعض باتیں محسوس کرتے ہیں لیکن ہم میں سے ہر شخص ان کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے خوف محسوس کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: حالانکہ تم اپنے دل میں خلش محسوس کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: "تو یہی خالص ایمان ہے"۔ ایک دوسری روایت میں جسے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا ہے، یہ واقعہ موجود ہے کہ نبی اکرمؐ سے وسوسہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "یہی ایمان کا نچوڑ ہے"۔[23]

اس طرح واضح ہوا کہ کس طرح اللہ کے رسولؐ تربیت کرتے تھے اور کس حد تک غور وفکر کرنے والوں کو شک و شبہ سے متنفر نہیں کرتے تھے جبکہ تدبر و تفکر کے درمیان انسانوں کے دلوں اور عقلوں میں وسوسے اور شبہات داخل ہوتے تھے آپؐ کا طریقہ کار یہ تھا کہ انہیں عبث اور مہمل قسم کے شکوک سے دور رہنے کی دعوت دیتے تھے تاکہ یہ شک "منہاجی شک" میں تبدیل ہو جائے۔ کسب یقین کی راہ میں اعتراض کرنے والے شخص کو یہ طریقۂ تدبیر خالص ایمان اور روح ایمان تک پہنچاتا تھا۔

صحابہ کی فکری تربیت کرتے ہوئے نبی کریمؐ اپنی گفتگو میں ایسا انداز اپناتے کہ لوگ آپؐ کے فرمودات میں غور وفکر کرتے۔ آپؐ ایسا پیرایہ اختیار فرماتے کہ لوگ محض ہمہ تن گوش ہو کر سنتے ہی نہ رہتے بلکہ اگر کہیں کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تو وہ آپؐ سے وضاحت کی درخواست کرتے۔ نبی کریمؐ صحابہؓ سے سوال کرتے۔ انہیں سوچنے کا موقع دیتے، اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ صحابہ کرامؓ خود ہی درخواست کر دیتے کہ اللہ کے نبیؐ ہی اس سوال کے حقیقی جواب سے آگاہ ہیں اس لئے آپ ہی اس کا جواب مرحمت فرمادیں۔

حدیث اس طرح سے ہے: "نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمان کی مثال وہی درخت ہے، مجھے بتلاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے؟ آپؐ کا یہ سوال سن کر لوگوں کا ذہن جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا۔ عبداللہ ابن دینارؒ (جو اس روایت کے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ میرے ذہن میں آیا کہ یہ درخت کھجور کا درخت ہے مگر (حضورؐ کی مجلس کے

آداب اور آپؐ کے سامنے ایک ظن اور گمان کی بنیاد پر زبان کھولنے سے) میں جھجھکا اور اپنی بات نہ کہہ پایا آخر صحابہ کرامؓ نے حضور اکرمؐ سے کہا کہ آپؐ خود ہی ارشاد فرمائیں کہ وہ درخت کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ درخت کھجور کا ہے۔"[24] گویا اس اندازِ تعلیم کا مطلب یہی ہے کہ علم سے فہم میں اضافہ کیا جائے۔

نبی کریمؐ نے جو معاشرہ قائم کیا اس کی ذہنی بیداری کا ایک پہلو حدیث میں یوں بیان کیا گیا کہ آپؐ نے فرمایا:

لَايُلْدَغُ مُؤْمِنٌ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ [25]

کہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا۔

گویا ایک مومن کی زندگی قرآن کی آیت کریمہ کا عملی نقشہ ہوتی ہے کہ:

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا[26]

کہ مومن وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کی نشانیاں ذکر کی جاتی ہیں تو وہ اندھے اور بہرے ہو کر گر نہیں پڑتے (بلکہ ان میں غور و فکر کرتے ہیں)۔

آپؐ نے لوگوں میں صرف شوق علم پیدا کرنے اور عقلی صلاحیتوں کی تربیت پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس شوق کی تکمیل کے لئے عملی طور پر اہتمام بھی فرمایا۔ آپؐ نے مدینہ طیبہ میں صفہ کی شکل میں اقامتی درس گاہ کا تصور دیا۔ یہاں علماء کی ایک کھیپ تیار کی گئی۔ نبی کریمؐ نے ان حضرات کو ہمہ وقت طالب علم بنا کر اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دکھا کر انہیں علم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی فکری و عملی تربیت فرمائی۔ نبی کریمؐ نے لوگوں کی باطنی صلاحیتوں کا اجاگر کیا۔

رسول اللہؐ کا قرآنی و شرعی نظائر سے اجتہادی استنباط

قرآن کریم نے جو اللہ تعالی کی نازل کردہ آخری کتاب ہے اپنے متعلق دعویٰ کیا ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ[27]

ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

"تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ" کا مفہوم کیا ہے۔ **امام ابو اسحاق شاطبیؒ** اس سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

ولا يكون جامعا إلا والمجموع فيه أمور كليات [28]

قرآن کی جامعیت کا مفہوم یہی ہے کہ اس میں کلیات بیان ہوئے ہیں۔

قرآن کریم کے بیان کردہ کلیات کی جزئی تفصیلات سنت رسولؐ اور اجتہاد ہی کے ذریعے معلوم کی جاسکتی ہیں۔ **امام شافعیؒ** فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے قرآن میں احکام کا بیان چار طریقوں سے کیا ہے۔ بعض احکام قرآن پاک میں تفصیلی طور پر بیان کر دیئے گئے۔ بعض احکام کی تفصیل نبی کریمؐ کے ذریعہ بیان کروادی گئی۔ بعض احکام وہ ہیں جن کو رسول اللہؐ نے بیان کیا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی قرآنی حکم نہیں مگر چونکہ اللہ نے قرآن میں رسول اللہؐ کی اطاعت اور ان کے حکم پر عمل کرنے کو فرض قرار دیا ہے، اس لئے جس کسی نے رسول اللہؐ کی سنتوں کو قبول کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے فرض قرار دینے کی وجہ سے قبول کیا اور بعض احکام وہ ہیں جن کو معلوم کرنے کے لئے مجتہدین پر اجتہاد فرض کر دیا گیا ہے"۔[29]

انسانی زندگی کی لامحدود جزئیات کا احاطہ اعجازی شان کے ساتھ قرآن کریم نے "کلیات" کی صورت میں کیا ہوا ہے۔ اور انہی "کلیات" سے نئے پیش آمدہ مسائل کا حل اخذ و استنباط کرنے کا نام "اجتہاد" ہے۔ گویا اجتہاد کی حقیقت احکامِ شرعیہ کی دریافت و تطبیق میں انتہائی جدوجہد صرف کرنا ہے۔[30] جمہور مفسرین اور علماء اصول نبی کریمؐ کے مصالح دینویہ اور امور دینیہ دونوں میں آپؐ کے مامور بالاجتہاد ہونے کے قائل ہیں۔ **علامہ ابو بکر جصاصؒ** فرماتے ہیں:

ويجوز ان يكون بعض ما يعقو له نظراً و استدلالا، وترد الحوادث التى لانص فيها الى نظائرها من النصوص با جتهاد الراى.

نبی کریمؐ کے لئے نظر و استدلال (قیاس و اجتہاد) جائز ہے اور آپؐ ان واقعات و حادثات کو جن میں نص (قرآنی) نازل نہیں ہوئی، اجتہاد ورائے کے لئے نصوص (قرآنی) میں وارد نظائر کی طرف حکم معلوم کرنے کے لئے لوٹاتے ہیں۔

اور پھر **علامہ ابو بکرؒ** فرماتے ہیں: "وهذا هوالصحيح عندنا" (اور ہمارے نزدیک یہی (مذہب) صحیح ہے۔) اس کے بعد نبی کریمؐ کے مامور بالاجتہاد ہونے پر متعدد دلائل قرآن اور سنت سے پیش کرتے ہیں مثلاً

"والد ليل على انه قد كان جعل له ان يقول من طريق الاجتهاد : قَوْلُهُ تَعَالَى((وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ))[31]عمومه يقتضي جو از الاستنباط من جماعة المردود اليهم، وفيهم النبى"[32]

یعنی آیت مذکورہ کا عموم اس جماعت کے لئے اجتہاد واستنباط کے جواز کو مقتضی ہے جن کی طرف معاملات کو لوٹایا جاتا ہے اور ان میں اولی الامر کے ساتھ نبی کریمؐ بھی شامل ہیں لہٰذا یہ نص قرآنی آپ کے مامور بالاجتہاد ہونے میں صریح ہے۔

کتب احادیث سے علماء اصول نے نبی کریمؐ کے قیاس واجتہاد سے متعلق متعدد مثالیں بیان کی ہیں، مثلاً:

- عَن ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ أُخْتِي قَدْ نَذَرَتْ أَنْتَ حُجَّ، وَإِنَّهَ امَاتَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْكَانَ عَلَيْهَ ادَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَاقْضِ اللَّهَ،فَهُوَ أَحَقُّ بِالقَضَاءِ»[33]

(حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن وہ وفات پا گئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کے اوپر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: تو اِسے بھی ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریمؐ نے سائل کے سوال کا جواب اللہ تعالیٰ کے قرض کو بندے کے قرض پر قیاس کر کے ارشاد فرمایا جو اجتہاد ہی کی ایک صورت ہے۔

اس طرح اللہ کے رسولؐ نے عقل، فکر اور اجتہاد سے کام لینے کی اسلامی دعوت سب سے پہلے نافذ کی۔ اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کے لئے ایک عقلی منہاج متعین کر دیا جس پر وہ آپؐ کی حیات مبارکہ میں اور بعد میں بھی رواں دواں رہے۔ حدیث معاذؓ تمام فقہاء کے یہاں اجتہاد کے اثبات میں حجت ہے۔

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے انہیں جب یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو آپؐ نے فرمایا: اگر تمہارے سامنے کوئی مقدمہ آیا تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: میں کتابِ الٰہی کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے استفسار کیا: اگر کتاب اللہ میں کوئی رہنمائی نہ ہوئی تو کیا کرو گے؟ فرمایا: پھر سنت رسولؐ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے پوچھا: اگر سنت رسول اللہؐ میں بھی کوئی چیز نہ ملی تو تمہارا طرزِ

عمل کیا ہوگا؟ آپؐ نے کہا: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اللہ کے رسولؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا او فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہؐ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جو رسول اللہؐ کو پسند ہے۔[34]

ذات باری تعالیٰ میں تفکر کی ممانعت اور صفاتِ باری تعالیٰ کے کائناتی مظاہر پر تفکر وتدبر کی دعوت

اللہ تعالیٰ کی ذات کی گتھیاں سلجھانا انسانی عقل کے بس کی بات نہیں ہے۔ اور انسان ایک کمزور سی مخلوق اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو کہ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے:

تَفَكَّرُوا فِي خَلْقِ اللَّهِ، وَلَا تَفَكَّرُوا فِي اللَّهِ فَتَهْلِكُوا[35]

اللہ کی مخلوق میں غور وفکر کرو اور اللہ تعالیٰ میں غور وفکر نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

آپؐ نے مخلوقات میں غور وفکر کی اجازت دی ہے خود خالق میں تفکر وتدبر کی اجازت نہیں دی۔ کیونکہ اس میں ہلاکت اور گمراہی ہے۔ مخلوق میں فکر ہی خالق کی معرفت کا باعث ہے اور اس کی عظمت، ہیبت اور قدرت کا فہم حاصل ہو سکتا ہے۔

مفتی شفیعؒ "تفسیر معارف القرآن" میں لکھتے ہیں: "جس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر عبادت ہے اسی طرح فکر بھی ایک عبادت ہے۔ فرق یہ ہے کہ ذکر تو اللہ جل شانہ کی ذات وصفات کا مطلوب ہے اور فکر و تفکر اس کی مخلوقات میں مقصود ہے، کیونکہ ذات وصفات الٰہیہ کی حقیقت کا ادراک انسان کی عقل سے بالاتر ہے۔ اس لئے غور وفکر اور عقل کی دوڑ دھوپ کا میدان مخلوقات الٰہیہ ہیں، جن میں صحیح غور وفکر کا لازمی نتیجہ ان کے خالق جل شانہ کی معرفت ہے۔ کارخانۂ قدرت اور اس کے نظام یہ سب کے سب سوچنے والے کے لئے کسی ایسی ہستی کا پتہ دیتے ہیں جو علم وحکمت اور قوت وقدرت میں سب سے بالاتر ہے اور اسی کا نام معرفت ہے۔ تو یہ غور وفکر معرفت الٰہیہ کا سبب ہونے کی وجہ سے بہت بڑی عبادت ہے"۔[36]

جس طرح اللہ کی مخلوقات میں غور وفکر کر کے حق تعالیٰ کی معرفت اور دنیا کی ناپائیداری کا علم حضوری حاصل کر لینا افضل عبادت اور نور ایمان ہے، اسی طرح آیاتِ الٰہیہ کو دیکھنے اور برتنے کے باوجود خود ان مخلوقات کی ظاہر میں الجھ کر رہ جانا اور ان کے ذریعے مالکِ حقیقی کی معرفت حاصل نہ کرنا سخت نادانی ہے۔

تقدیر، متشابہات، نجوم اور غیر نافع علوم میں تفکر وتدبر کی ممانعت

تقدیر میں غور وفکر کی ممانعت

تقدیر اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے جس پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے یعنی وجودِ ایمان کے لئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ بندوں کے تمام اعمال خواہ نیک ہوں یا بد ان کے پیدا ہونے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ بندے سے جو بھی عمل سرزد ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اندازے کے مطابق ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وشعور کی دولت سے نواز کر اس کے سامنے نیکی اور بدی کے دونوں راستے واضح کر دیئے ہیں اور ان پر چلنے کا اختیار دے دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ اگر نیکی کی راہ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہو گا جس سے ایمان و جزا سے نوازا جائے گا۔ اور اگر بدی کے راستے کو اختیار کرو گے تو یہ کفر اور خدا کے غضب وناراضگی کا باعث ہو گا جس کی وجہ سے سزا اور عذابِ الٰہی کے مستحق ٹھہرائے جاؤ گے۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے:

قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِي الْقَدَرِ فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُهُ، حَتَّى كَأَنَّمَا فُقِئَ فِي وَجْنَتَيْهِ الرُّمَّانُ، فَقَالَ: أَبِهَذَا أُمِرْتُمْ أَمْ بِهَذَا أُرْسِلْتُ إِلَيْكُمْ؟ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِينَ تَنَازَعُوا فِي هَذَا الأَمْرِ، عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ أَلاَّ تَتَنَازَعُوا فِيه[37]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک دن ہم قضا و قدر کے مسئلے پر بحث کر رہے تھے کہ سرکار دو عالمؐ تشریف لائے، ہمیں اس مسئلہ میں الجھا ہوا دیکھ کر آپؐ کا چہرہ انور غصہ کی وجہ سے سرخ ہو گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا انار کے دانے آپؐ کے رخسار مبارک پر نچوڑ دیئے گئے ہیں۔ (اسی حالت میں) آپؐ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں اس چیز کا حکم دیا گیا ہے اور میں اس لئے تمہارے پاس (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہوں؟ جان لو! تم سے پہلے کے لوگ اسی لئے ہلاکت کی وادی میں پھینک دیئے گئے انہوں نے اس مسئلے میں الجھنا اپنا مشغلہ بنا لیا تھا۔ لہٰذا میں تمہیں اس بات کی قسم دیتا ہوں اور پھر دوبارہ قسم دیتا ہوں کہ تم اس مسئلہ پر بحث نہ کیا کرو۔

یعنی رسول اللہؐ کی طرف سے صحابہ کرامؓ کو بتا دیا گیا کہ تقدیر کا مسئلہ خدا تعالیٰ کا راز بعید ہے جو کسی پر ظاہر نہیں کیا گیا لہٰذا اس میں اپنی عقل لڑانا اور غور وفکر کرنا گمراہی کی راہ اختیار کرنا ہے۔

متشابہات میں غور وفکر کی ممانعت

قرآن حکیم میں دو طرح کی آیات ہیں۔ایک محکمات وہ ہیں جن سے اخفاء پیدا نہیں ہوتا جو ناسخ ہوں جن میں حلال، حرام،احکام، حکم، ممنوعات، حدیں اور اعمال کا بیان ہو۔ جبکہ دوسری ایسی آیات جن کی مراد واضح نہیں اور ان کے مطالب میں کوئی ابہام اور اشتباہ پایا جاتا ہو ان کو متشابہ آیات کہتے ہیں، متشابہ آیات کے لیے منسوخ، اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کی کیفیات سے متعلقہ آیات کو بیان کیا جاتا ہے۔[38] مثلاً قرآن میں ہے:

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ [39] (اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر)

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى [40] (رحمٰن عرش پر مستوی ہے)

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَه [41] (اس کی ذات کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے)

وَجَاءَ رَبُّكَ [42] (تیرا رب آیا) وغیرہ

اسی طرح دوسری آیات، حروفِ مقطعات، یومِ آخرت کے حقائق اور قیامت کا علم ہے۔[43]

نبی کریمؐ نے بھی متشابہات پر صرف ایمان لانے کا حکم دیا اور ان میں تحقیق و تجسس سے منع فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ ان آیات

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ [44]

کی تلاوت فرمائی اور آپؐ نے فرمایا: "جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں، تو یہ وہی لوگ ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لیا ہے تم ان سے پرہیز کرنا۔[45] یہ حدیث مختلف طریق سے بہت سی کتابوں میں مروی ہے۔[46]

متشابہ آیات کا حقیقی علم صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ جن دلوں میں کجی، ٹیڑھ پن، گمراہی اور حق سے باطل کی طرف جانا ہے وہ متشابہ آیات کو لے کر اپنے بدترین مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور لفظی اختلافات سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنی طرف موڑ لیتے ہیں۔ جبکہ جو لوگ صالح اور نیک ہیں اور ان کے

سینوں میں ایمان وایقان کی شمع روشن ہوتی ہے وہ آیات متشابہات کے معنی و مطالب میں تحقیق و جستجو نہیں کرتے اور ان کی مراد کو اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔ **مولانا عبدالحق حقانیؒ** اس سلسلے میں لکھتے ہیں: علماء ربانی ان کے علم کو حوالہ بخدا کر کے ان پر ایمان لانا ہی سعادت سمجھتے ہیں۔ الراسخون فی العلم: متشابہات کو علم الٰہی کے حوالہ کرنے اس پر ایمان لا کر یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہم کو ہدایت دی اور فہم سلیم عطا کیا ہے اب ایسا نہ ہو کہ ہمارے دل کجی کی طرف میلان کر جاویں کیونکہ استقامت تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ متشابہات سے جو کچھ مراد ہے اس بجز خدا کے اور کوئی نہیں جانتا اور یہی ٹھیک ہے اس لئے کہ اسرار غیب کو عقل جب تک جسم کے ساتھ مقید ہے اس کی تاریکی کی وجہ سے نہیں دریافت کر سکتی۔[47]

غیر نافع علوم اور نجوم میں غور وفکر کی ممانعت

اسی طرح آپؐ نے بے فائدہ علوم میں غور وفکر اور ان کے حصول سے منع فرمایا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ[48]

اے اللہ میں تجھ سے غیر نافع علم سے پناہ مانگتا ہوں۔

علم نجوم میں اس لئے غور وفکر اور تحقیق و جستجو کرنا کہ یہی فعال ہیں اور قسمت انسانی پر اثر انداز ہوتے ہیں تو اس کی شریعت اسلامی نے اجازت نہیں دی کیونکہ ایسا کرنے سے انسان کی نظر صرف ستاروں تک رہ جاتی ہے اور ستاروں کے خالق تک نہیں پہنچتی۔ آپؐ نے کاہنوں کے پاس جانے اور مستقبل کا حال پوچھنے سے منع فرمایا۔

"حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ کچھ آدمیوں نے حضورؐ سے کاہنوں کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! وہ لوگ کبھی ایسی بات کرتے ہیں جو صحیح ہوتی ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے جس کو شیطان سن کر اس میں سینکڑوں جھوٹ ملا کر اپنے ساتھیوں (کاہنوں) کے کان میں کہہ دیتا ہے"۔[49]

علم نجوم کے نتائج واحکام محض اٹکل ہوتے ہیں یقین پر مبنی نہیں ہوتے اور فائدے کی بجائے نقصان کا باعث بنتے ہیں۔ بعض کم فہم اشخاص اس راز کو نہیں سمجھ پاتے اور یہ اعتقاد ان کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے اور حق و باطن، خیر و شر انہی ستاروں کی وجہ سے معلوم ہونے لگتا ہے جس کی وجہ سے معبود حقیقی کی محبت ان کے دل سے نکل جاتی ہے اور انسان اس بات سے دھوکہ کھا جاتا ہے اور سبب تک ہی محدود رہتا ہے اور مسبب تک نہیں پہنچ سکتا۔

حاصلِ کلام

دینِ اسلام غور وفکر پر جس قدر زور دیتا ہے اس کا عملی مظاہرہ نبیؐ نے اپنے عمل کے ساتھ ساتھ صحابہؓ کی تربیت کی شکل میں بھی کیا۔ عقل کو انہی حدود وضوابط کا پابند بنا کے رکھا جائے جن کا دین نے حکم دیا ہے تو یہ ایک ایسا آلہ ہے جو نہ صرف انسان کو دنیا میں سرخرو کرتا ہے بلکہ آخرت کے لیے بھی بہترین زادِ راہ اکٹھا کرنے کا باعث بن جاتا ہے۔ انسان کے لیے مظاہرِ قدرت میں اللہ نے جس طرح عبرت پذیری کا سامان رکھا ہے اس سے اس کے تعقل وتدبر کے سفر کی ابتدا ہوتی ہے جیسے نبیؐ نے غارِ حرا میں تحنث سے کی اور بالآخر دین کے اہم ترین ستون نماز کے اندر اللہ نے قرآن پاک سے ایسا تعلق استوار کیا ہے کہ دین کو سمجھنے اور غور وفکر کرنے کے لیے ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اپنی عقل کو استعمال کرے اور نبیؐ کے سکھائے ہوئے طریقوں کو اپنائے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] البقرة، 2: 31

[2] النجم، 53: 30

[3] المجادلة، 58: 11

[4] بخاری،محمدبن اسماعیل(م۲۵۶ھ)،الجامع الصحیح، دارطوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمدفؤاد عبدالباقي)، 1422ھ،کتاب التعبیر، باب اول ما بدئ به رسول الله ...،(ح 6982)،29/9 ؛ مسلم بنحجاج، القشیری نیشاپوری، (م۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح ، دارإحياء التراث العربي - بيروت، س-ن،کتاب الایمان، باب بد الوحی الی رسول الله، (ح 160)، 139/1

[5] العینی، بدر الدین، علامه(م۸۵۵ھ)، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت،س-ن، 55/1

[6] ایضاً ، 1/ 49

[7] ندوی،سید سلیمان،علامہ، (م۱۹۵۳ء)،و،شبلی نعمانی،علامہ،(م۱۹۱۴ء)، سیرۃ النبیؐ، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور،س-ن، 125/1

[8] منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، رحمتہ للعالمین، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س-ن، 33/1

[9] بدر الدین العینی، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، 61/1

[10] مسلم، صحیح مسلم،کتاب الایمان، باب بدء الوحی الی رسول الله، (ح 252)، 139/1 ؛ بخاری،الجامع الصحیح ،کتاب التعبیر باب اول ما بدی به رسول الله.....، (ح 6982)، 29/9

[11] العلق، 96: 1- 5

[12]محمد الصادق ابراہیم عرجون، محمد رسول اللہ ﷺ (منہج و رسالہ- بحث و تحقیق)،مکتبہ دار القاع، دمشق، 1995ء،1/ 243

[13]ندوی، ابراہیم عمادی، مسلمان سائنس دان اور ان کی خدمات، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1987ء، ص: 9

[14]الأصبهاني،أبومحمدعبدالله بن محمد(م۳٦۹ھ)، العظمة،دارالعاصمة – الرياض، 1408ھ، باب ما ذكر من الفضل فی المتفکر فی ذلك، (ح42)،297/1 (موقوف)؛ ابن ابی شیبۃ(م۲۳۵ھ)، المصنف، عبداللہ بن محمد، مکتبۃ الرشد–الریاض، 1409ھ، کلام الحسن البصری، کتاب الزهد، (ح35223)، 190/7؛ علی المتقی، علاء الدین(م۹۷۵ھ)، کنزالعمال فی سنن الاقوال و الافعال، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1399ء،(ح5711)، 3/ 107؛ البیهقی، أحمد بن الحسين بن علي (۴۵۸ھ)، شعب الایمان، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعا ونمع الدار السلفية ببومبايبالهند، 1423ھ،الایمان باللہ عزوجل، أسامی صفات الذات، (ح117)، 261/1

[15]مسلم،الجامع الصحیح ،کتاب الایمان، باب الامر بالایمان باللہ ورسولہ...، (ح17)، 48/1؛ ترمذی، محمدبن عیسی، امام(م۲۷۹ھ)، الجامع،دارالغرب الإسلامي–بيروت، 1998م، أبواب البر والصلة، باب ما جاء فی التانی والعجلة، (ح 2011)، 366/4؛ احمد بن حنبل(م۲۴۱ھ)، مسند احمد، مؤسسةالرسالة ، 1421ھ ،(ح54)، 490/39

[16]البیهقی،شعب الایمان، تعدید نعم الله عزوجل وما يجب من شكرها، فصل فی فضل العقل الذی هو من النعم العظام...، (ح 4328)، 359/6(أَبَانُ بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ ضَعِيفٌ فِي الرِّوَايَةِ)؛ البغوی، شرح السنة، كتاب الاستيذان، كتاب التأنى والعجلة، (ح3600)، 178/13؛ العجلونی، اسماعیل بن محمد(م۱۱۶۲ھ)، كشف الخفاء ومزيل الإلباس، (تحقيق:عبد الحميد بن أحمد بن يوسف بن هنداوى)، 1420ھ، (ح1202)، 432/1

[17]بخاری،الجامع الصحیح،کتاب التفسیر، سورة آل عمران، باب قو لهإِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، (ح 4569)، 41/6

[18]النحل، 16: 44

[19]مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب النهی عن المسالة، (ح 1037)، 2/ 718 ؛ ابن ابی شیبه، المصنف، کتاب الفرائض، باب فی الفقه فی الدین، (ح 31045)، 6/ 240 ؛الدارمی، السنن ، المقدمة، باب الاقتداء بالعلماء، (ح 230)، 300/1 ؛ بخاری،الجامع الصحیح ، کتاب العلم، باب من یرد الله خیرا یفقهه الدین، (ح 71)، 25/1

[20]Mohammad Iqbal, Sir, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Shaikh Muhammad Ashraf Book Seller and Publisher, Lahore, N. D, p: 14

[21]Mohammad Iqbal, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, p: 126

[22]بخاری، الجامع الصحیح، باب ماجاء فی قول الله تعالیٰ ....،کتاب بدء الخلق، (ح 3190)، 4/ 105؛کتاب التوحید، باب (وکان عرش علی الماء) (هود:7)، (وهو رب العرش العظيم) (التوبة : 129)، (ح 7418)، 9/ 124

[23]امام مسلم، صحیح مسلم،کتاب الایمان، باب بیان الوسوسه فی الایمان، (ح 132)، 1/ 119 ؛ النووی(م۶۷۶ھ)، ابو زکریا یحیٰ بن شرف، الاحادیث القدسیة، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط: اول، 1983، ، 1/ 48، 49 ؛

الحنفی، ابن ابی العز(م۷۹۲ھ)، شرح الطحاویة فی العقیدة السلفیة، تحقیق: احمد شاکر، دارالتراث، القاهره، س-ن، ص: 199، 200

[24]بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب الفهم فی العلم، (ح 72)، 25/1

[25]بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الآداب، باب لا یلدغ المومن من حجر واحد مرتین، (ح6133)، 31/8

[26]الفرقان، 25: 73

[27]النحل، 16: 89

[28]شاطبی، ابو اسحاق،(م۱۳۸۸ء) الموافقات فی اصول الشریعه، دارالمعرفة بیروت، س-ن، 367/3

[29]شافعی، محمد بن ادریس(م۲۰۴ھ)، الرسالة، تحقیق و شرح احمد محمد شاکر ، المکتبة العلمیة، بیروت، س-ن، ص: 21-22

[30]جصاص، الفصول فی الاصول، دراستة وتحقیق الدکتور عجیل جسم النشمی و رادت الاوقاف و الشؤن الاسلامیة کویت، 1985ء، 11/4؛ غزالی، ابو حامد محمد بن محمد(م1111ء)، المتصفی فی علم الاصول، دارالکتب العلمیة بیروت، 1993ء، ص:281 ؛ ابن حزم، ابو محمد علی، الاندلسی(م۴۵۶ھ)،الاحکام فی اصول الاحکام، دارالحدیث بجوار اداره الازهر، 1984ء، 218/4

[31]النساء، 4: 83

[32]جصاص، الفصول فی الاصول، 3/ 240

[33]بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان والنذور، باب من مات و علیه النذر، (ح 6699)، 142/8

[34]ترمذي، الجامع ، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی، (ح 1327)، 608/3(هَذَا حَدِيثٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّامِنْ هَذَا الوَجْهِ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ عِنْدِي بِمُتَّصِلٍ)؛ ابن قیم، محمدبن أبي بکر(م۷۵۱ھ)، إعلام الموقعین عن رب العالمین، دارالکتب العلمیة—بیروت، 1411ھ،202/1(***اس حدیث میں اگرچہ مجہول واسطہ ہے، مگر حدیث صحیح ہے کیونکہ حضرت معاذؓ کے تمام شاگرد ثقہ تھے، پس یہ مرسل روایت حجت ہے۔***)؛ ابو داؤد،سلیمان بن الأشعث(م۲۷۵ھ)، السنن، المکتبة العصریة، صیدا—بیروت، س-ن، کتاب الاقضیه ،باب اجتهاد الراي فی القضاء، (ح 3592)، 303/3؛احمد بن حنبل، المسند، (ح22007)، 333/36؛ ابن ابی شیبة، المصنف، کتاب البیوع والاقضیة، باب فی القاضی ما ینبغی أن یبدا به فی قضائه، (ح22988)، 534/4؛ الدارمی، السنن، کتاب العلم، باب الفتیا وما فیه من الشدة، (ح170)، 267/1؛ البیهقی، السنن الصغیر، کتاب آداب القاضی، باب ما حکم به الحاکم...، (ح3250)، 130/4

[35]الأصبهاني، العظمة، باب الامر بالتفکر فی آیات الله عزوجل، (ح4)، 214/1؛ الطبراني، أبوالقاسم سلیمان بن أحمد(م۳۶۰ھ)، المعجم الأوسط،دارالحرمین — القاهرة، س-ن، باب المیم, من اسمه: محمد،(ح6319)، 250/6؛ اللالکائي، أبوالقاسم هبةالله(م۴۱۸ھ)، شرح أصولاعتقاد أهلالسنةوالجماعة،دارطیبة — السعودیة،1423ھ، 579/3؛ البیهقی، شعب الایمان،مقدمة،أسامي صفات الذات، (ح119)، 262/1(فال البیهقی: هَذَاإِسْنَادٌفِيهِ نَظَرٌ)؛ العجلوني، اسماعیل بن محمد، کشف الخفاء ومزیل الإلباس، (ح1005)، 357/1 (فال هنداوي: حسن)؛ السخاوي، شمس الدین أبوالخیر محمد (م۹۰۲ھ)، المقاصد الحسنة فیبي ان کثیر من الأحادیث المشتهرة علی الألسنة، دارالکتاب العربي—بیروت، 1405 ھ، (ح 342)، ص: 261، (وأسانیدهاضعیفة، لکن اجتماعه ایکتسبقوة،والمعنی صحیح)

[36]محمد شفیعؒ، مفتی(م١٩٧٦ء)، معارف القرآن،مکتبہ معارف القرآن، کراچی، اپریل 2001ء، 2/ 266

[37]ترمذی،الجامع، ابواب القدر، باب ماجاء فی التشدید فی الخوض فی القدر، (ح 2133)، 443/4(قال الالبانی: حسن. قال بشار: وَهَذَاحَدِيثٌ غَرِيبٌ)؛أبو يعلى، احمد بن علی، (م٣٠٧ھ)، المسند، دار المأمون للتراث، 1404ھ، (ح6045)، 433/10 (قال حسين سليم اسد: اسناده ضعيف)

[38]مناع القطان(م١٤٢٠ھ)، مباحث فی علوم القرآن،مكتبة المعارف للنشر والتوزيع ،الرياض، 1421ھ، ص:221؛ الطبری، محمد بن جرير(م٣١٠ھ)، جامع البيان فی تاويل القرآن، مؤسسة الرسالة،بيروت،1420ھ،175/6

[39]الفتح، 48: 10

[40]طٰہٰ، 20: 5

[41]القصص، 28: 88

[42]الفجر، 89: 22

[43]مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، ص: 221، 222

[44]آل عمران، 3: 7

[45]مسلم، الجامع الصحيح، كتاب العلم، باب النهى عن اتباع متشابه القرآن، (ح 2665)، 2053/4؛ حنظلى، اسحاق بن ابراهيم بن مخلد بن راهويه(م٢٣٨ھ)، مكتبته الايمان، المدينة المنوره، ط: اولیٰ، 1991ء، 2/ 389 ؛ ابن ماجه، أبو عبدالله محمد بن يزيد القزويني (٢٧٣ھ)، السنن، دارإحياء الكتب العربية — في صلعيسى البابي الحلبي، س–ن، افتتاح الكتاب فى الايمان وفضائل الصحابة والعلم، باب اجتناب البدع والجدل، (ح47)، 18/1

[46]الترمذی، الجامع، أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، (ح 2993)، 222/5؛ ابو داؤد، السنن، كتاب السنة، باب النهى عن الجدل واتباع المتشابه من القرآن، (ح 4598)، 198/4؛ بخاری، صحیح بخاری، كتاب التفسير، سورة آل عمران، باب منه آيات محكمات، (ح 4547)، 33/6

[47]حقانی، ابو محمد عبدالحق، مولانا(م١٩٨٨ء)، تفسیر فتح المنان، الفیصل ناشران، اردو بازار، لاہور، اکتوبر 2009ء، 3/ 127، 128

[48]مسلم، الجامع الصحيح، كتاب الذكر والدعاء...، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم، (ح2722)، 2088/4؛ ابن ماجه، السنن، افتتاح الكتاب فى الايمان وفضائل الصحابة والعلم، باب انتفاع بالعلم والعمل به،(ح250) 92/1؛ نسائى،ابو عبدالرحمن،احمد بن شعيب(م٣٠٣ھ) السنن الكبرى، كتاب الاستعاره، باب الاستعاره من الشقاق...،(ح5470)، 263/8؛ احمد بن حنبل، المسند، (ح14024)، 422/21

[49]مسلم، الجامع الصحيح، كتاب المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب، وحلوان الكاهن، (ح 1567)، 1198/3